# علامہ اقبال کی فارسی شاعری، اقوام شرق اور امت مسلمہ : ایک مطالعہ

ڈاکٹر مدثر نظر
اسسٹنٹ پروفیسر فارسی
جی-ڈی-سی چھاترہ کشتواڑ
جموں و کشمیر

حکیم الامت، علامہ محمد اقبال کا فارسی کلام تخیل، تدبر، تفکر اور دور اندیشی خیالات کے اعتبار سے ایک بحر بیکراں ہے گو کہ ان کا فارسی کلام بھی فارسی محاورات کے تحت تاثیر نظر آتا ہے۔ مگر ان کے کلام کی سحر طرازی یہ ہے کہ بھاری بھر کم تراکیب کے باوجود ثقالت کا احساس تک نہیں ہوتا۔ علامہ اقبال ایک دور بین شاعر اور بے بدل فلسفی تھے اور ان کا دور حیات تھا کہ جب پوری دنیا کی سیاسی بساط تغیر پذیر تھی برطانوی سامراج کی نو آبادیات پر گرفت کمزور پڑ رہی تھی۔ ہندوستان میں عوام پر بالعموماور مسلمانوں پر بالخصوص عرصہ حیات تنگ ہوتا جارہا تھا۔ علامہ مسلمانان عالم کی بے حسی، سیاسی کم مائیگی فکری خلفشار اور مادہ پرستی پر متفکر تھے لہذا انہوں نے اقوام شرق کو بالخصوص اور مسلمانان عالم کو بالعموم ایک پیامی شاعری کا تحفہ دیا۔ اس مضمون میں میرا مقصد علامہ اقبال کی فارسی شاعری کے حوالے سے اہل مشرق پر گفتگو ہے علاوہ ازاین اہل مشرق کی غرب پرستی اور علامہ کے اس بارے میں خیالات کا تجزیاتی مطالعہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

علامہ اقبال کی دور بین نگاہوں نے دو مناظر دیکھے جو عام مشرقی مسلمان کی نظر کی رسائی میں نہ تھے نہ جستجو اور تجسس کا وہ مادہ جو ایک مرد فقیر کی شخصیت کا خاصہ ہوتا ہے ان کی تمام تر شاعری پر محیط ہے۔ علامہ نے اپنی زندگی میں فلسفہ مشرق سے لیکر مذہبی افکار اور تہذیب نو پر کام کیا تھالہذا انہوں نے اس کو اپنی شاعری میں بیان کیا، انہوں نے نطشے، گوتھے، ابن عربی اور مولانا روم کے افکار کو پرکھا جس کی بناپر ان کی شاعری میں تنوع پیدا ہوا۔ اقبال نے بالآخر امت مسلمہ کے کرب والم کا ایک ہی حل پیش کیا کہ وہ اصل یعنی قرون اولی کے طرز عمل پر لوٹ جائیں۔

علامہ اقبال نے مشرق کے لوگوں کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص غرب پرستی پر ہدف تنقید گردانا ہیں۔ اگرچہ علامہ نے اپنے اشعار میں اہل مغرب کے علم وہنر کی تعریف کی ہے اور وہ ان علمی پیشرفت کے معترف نظر آتے ہیں مگر ان کی منفی علمی



Scanned with OKEN Scanner

رجحانی کیفیات سے متنفر نظر آتے ہیں۔ اقبال معتقد تھے کہ جس نہج پر اہل یورپ تمدن جدید کا اختراع چاہتے ہیں اس دنیا میں صلح وصفا، محبت و صمیمیت کا وجود خطرے میں ہے لہذا وہ اہل مشرق سے یوں مخاطب ہیں۔

آہ یورپ زین مقام آگاہ نیست چشم او ینظر بنور اللہ نیست

او ندانداز حلال واز حرام حکمتش خام است وکارش ناتمام

(مثنوی پس چہ باید کرد ای اقوام شرق: بخش ۹)

اقبال معتقد تھے کہ علم وہنر کو سوز عشق کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ حقیقت کی راہ میں رسائی پا سکے۔ لیکن اہل یورپ کا علم سوز عشق سے پرشور دار نہیں البتہ وہ مادہ پرستی پر مائل ہے۔ اس بات کا اظہار علامہ نے کچھ یوں کیا ہے۔

آدمیت زار نالید از فرنگ زندگی ھنگامہ برچید از فرنگ

یورپ از شمشیر خود بسمل فتاد زیر گردون رسم لادینی نھاد

در نگاھش آدمی آب وگل است کاروان زندگی بی منزل است

(مثنوی پس چہ باید کرد ای اقوام شرق: بخش ۱۲)

علامہ چونکہ افکار حضرت مولانا جلاالدین رومی کے قائل ہے لہذا انہوں نے عشق کی فکر کو بھی قدرے اسی نہج میں بیان کیا ہے۔ مولانا کے نزدیک کائینات میں ارواح کے سوا کچھ بھی نہیں اور روح تمام ارواح کا مصدر کل ہے۔ رومی نے اپنی مثنوی اسی مدیح عشق کو اس مقولے کے تناظر میں بیان کیا ہے۔ کل شی ارجع الی اصلہ۔

ہر کسی کو دور ماند از اصل خویش باز جوید روز گار وصل خویش

(مثنوی معنوی مولانا رومی: دفتر اوّل: بخش ۱)

علامہ کے یہاں عشق کی کیفیات رومی سے قدرے مشترک ہے۔ ملاحظہ ہو:-

عقلی کہ جھان سوزد یک جلوہ بی باکش از عشق بیاموزد آمین جھان تابی

عشق است کہ در جانت، ھر کیفیت انگیزد از تاب وتب رومی تا حیرت فارابی

این حرف نشاط آور می گویم و می رقصم از عشق دل آساید، بااین ھمہ بی تابی

بر معنی پیچیدہ در حرف نمی گنجد یک لحظہ بہ دل در شو، شاید کہ تو دریابی

(پیام مشرق: بخش ۲۰۵)



Scanned with OKEN Scanner

دوسری جانب علامہ تقلید کورانہ پر برہم نظر آتے ہے۔ انکا اعتقاد ہے کہ آج جو کچھ بھی اہل غرب کے پاس ہیں وہ اساس اسلامی پر مبنی ہے۔ یہ فرنگ اسلامی ہی تھا جس نے غرب کو نعمتوں سے نوازا۔ علامہ اس بات کے خواہاں ہے کہ وہ مانند خورشید امت مسلمہ کے دلوں کو منور کرے اور وہ استقلال اور ہمت سے جدید علوم وفنون کو اپنا محور بنالیں جو ان کے اجداد کا اثاثہ ہے۔ علامہ اقبال نے اس پیغام کی ترسیل کے لئے ایک حسین پیرائے کو چنا۔ جہاں فن اور مقصد دونوں ایک دوسرے کو نکھارتے ہیں۔ یوں کلام اقبال ایک پیام عشق شوق ومستی اور جدت ومعارفت بن جاتا ہے۔ اقبال اس بارے میں یوں گویا ہیں۔

تابروز آرم شب افکار شرق بر فروزم سینۂ احرار شرق

از نوائی پختہ سازم خام را گردش دیگر دھم ایام را

فکر شوق آزاد گردد از فرنگ از سرود من بگیرد آب ورنگ

((مثنوی پس چہ باید کرد ای اقوام شرق: بخش ۳)

علامہ اقبال نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مغرب میں گذارااور جب انہوں نے وہاں کی تہذیب و تمدن اور دین و ثقافت کا گہرا مطالعہ کیا ان کی نظر میں مادہ پرستی ادیان کی ضد ہے جو انسانی اور اخلاقی اقدار کے منافی ہے۔ یہ مادہ پرسی اہل مغرب کے رگ و پے میں پیوست ہے۔ جن کی بنا پر ان کی روح آلودہ ہو چکی ہے۔ لہذا وہ اہل مشرق سے مخاطب ہیں کہ کورانہ تقلید سے پرہیز کریں۔ وہ اہل مغرب کی مادہ پرستی کو یوں بیان کرتے ہیں۔

مبر پیش فرنگی حاجت خویش ز طاق دل فروریز این صنم را

فرنگی را دلی زیر نگین نیست متاع او ھمہ ملک است دین نیست

بہ افرنگی بتان خود را سپردی چہ نامردانہ در بتخانہ مردی

خرد بیگانہ دل سینہ بی سوز کہ از تاک نیاکان می نخوردی

(ارمغان حجاز: شمارہ ۲، ۳۸۴)

علامہ اقبال کو مغرب سے نفرت نہ سہی مگر انہیں حکیمان شرق سے بے پناہ محبت ضرور تھی یہاں یہ بات کرنا بے جانہ ہو گا کہ ان کے روحانی مرشد حضرت رومی کے تیئں اپنا نظریہ صدق صفایوں بیان کیا ہے۔



Scanned with OKEN Scanner

خرد افزود مرا درس حکیمان فرنگ سینہ افروخت مرا صحبت صاحب نظران

(پیام مشرق: بخش ۲۱۷)

علامہ نے بھی انکی تقلیدیوں کی ہے:-

عطا کن شور رومی سوز خسرو عطا کن صدق واخلاص سنائی

(ارمغان حجاز: بخش ۳۰)

علامہ اقبال نے اپنی شہرہ آفاق کتاب پیام مشرق میں نقش فرنگ کے نام سے ایک پوری نظم لکھی ہے اس میں وہ مغربی افکار اور اہل مغرب سے مرغوب نظر آتے ہے۔ البتہ بڑے بے باک انداز میں ان کی فکری، تہذیبی اور تمدنی نظام کو ہدف تنقید بناتے ہیں۔ علامہ نے اس میں اہل مغرب کو ان کے انجام سے بڑے حسین پیرائے میں خبردار کیا ہے۔

دوش رفتم بہ تماشای خرابات فرنگ شوخ گفتاری رندی دلم از دست ربود

این خرابات فرنگ است وز تاثیر میش آنچہ مذموم شمارند نماید محمود

(پیام مشرق: بخش ۲۸۰)

اہل مشرق کی غرب پرستی کے علاہ علامہ اقبال کی شاعری کا بڑا موضوع امت مسلمہ کی سیاسی کم مائیگی، فکری انتشار اور قرآن سے دوری ہے۔ اقبال گریہ کنان ہے کہ عالم کا اصل محور قرآن اور صوفی پابند شریعت تھا مگر دور حاضر کا صوفی کسی اور ہی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ دیندار اور عالم بے ریا کی تلاش اور ارتباط ایک مسئلہ ہے چونکہ وہ عالم وصوفی گم ہو چکے ہیں۔ اس پر وہ یوں گویا ہیں۔

در مسلمانان مجو آن ذوق وشوق آن یقین آن رنگ وبو آن ذوق وشوق

عالمان از علم قرآن بی نیاز صوفیان درندہ گرگ و مو دراز

هم مسلمانان افرنگی مآب چشمۂ کوثر بجویند از سراب

(جاوید نامہ: بخش ۶۲)

دوسری طرف مسلمانان عالم جو کبھی خیبر شکن اور رہروان شوق تھے، عصر حاضر میں بے سرو سامانی میں مبتلا ہیں نہ تو قدرت مبارزہ گری ہے اور نہ ہی صنعت و حرفت میں مہارت، نہ علم و حلم۔ قرآن کو زینہ محراب وطاق بنا رکھا ہے اور اسوۂ رسول ص



Scanned with OKEN Scanner

اور اصحاب کو گوشہ فراموشی کے سپرد کیا ہے۔ دراصل رمز بقا کا وہ جوہر جو ہر جوان کی شان تھا وہ اسے کھو چکے ہیں۔ اس سیاسی بد حالی کو علامہ نے یوں بیان کیا ہے۔

نہ ماند آن تاب وتب در خون تابش نہ روید لالہ از کشت خرابش

نیام او تھی چون کیسۂ او بہ طاق ویران خانہ کتابش

(ارمغان حجاز: بخش ۷۰)

اتحاد، عصر حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ امت میں فکری خلفشار دشمن کی چال ہے۔ مگر علماء اس سے بے نیاز اپنے اپنے فرقوں کی تبلیغ و تقلید میں محو ہیں۔ اقبال نے اس مسئلہ کا ذکر کچھ یوں کیا ہے:

مسلم این کشور از خود ناامید عمرھا شد باخدا مردی ندید

از سہ قرآن این امت خوار وزبون زندہ بی سوز و سرور اندرون

پست فکر و دون نھاد و کور ذوق مکتب و ملای او محروم شوق

(پس چہ باید کرد ای اقوام شرق: بخش ۷)

علامہ کے نزدیک مسلمان کے انحطاط کی بڑی وجہ ان کی دین سے دوری اس شرارہ عشق کا خاموش ہونا ہے۔ جس نے بدر و حنین میں جوہر دکھائے لیکن آج امت ایک حقیقی رہبر سے محروم ہے۔ مادہ پرستی کو اسلامی تعلیم پر فوقیت دی جا رہی ہے۔ اسلام کا وہ طرز بقول علامہ آج ناپید ہو چکا ہے۔

ھنوز این چرخ نیلی کج خرام است ھنوز این کاروان دور از مقام است

زکار بی نظام او چہ گویم تو میدانی کہ ملت بی امام است

ای بہ تقلیدش اسیر آزاد شو دامن قرآن بگیر آزاد شو

(ارمغان حجاز: بخش ۶۹)

علم کو عملاً اور حیات طیب کے لیۓ ازلی اھمیت حاصل ہے۔ مگر وہی علم اگر بحث و تکرار پر منحصر ہو جائے تو اس میں سیاسی اور سماجی بے راہروی اور بے سروسامانی کا ہونا جز لازمی ہے۔ علامہ نے مولانا کی تضمین میں اس مناسبت سے ایک نظم لکھی ہے اس کے چند اشعار ملاحظہ ہو۔



Scanned with OKEN Scanner

ای کہ باشی درپی کسب علوم باتومی گویم پیام پیر روم

علم رابر تن زنی ماری بود علم رابر دل زنی یاری بود

علم مسلم کامل از سوز دل است معنی اسلام ترک آفل است

(اسرار خودی: بخش۱۸)

**منابع وماخذ:**


۱: محمد اقبال لاہوری: کلیات اقبال : بکوشش ڈاکٹر جاوید اقبال، غلام علی پبلشرز، لاہور: ۱۹۸۱ء۔

۲: مولانا جلالالدین رومی: مثنوی معنوی: کتابخانہ ومطبعہ بروخیم، تہران: ۱۹۳۵ء۔




Scanned with OKEN Scanner